درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
نائب مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء فی النمام

چغل خور کا بیان

○ حدثنا ابن ابی عمرنا سفیان عن ابراھیم عن ھمام بن الحارث قال مررجل علی حذیفة بن الیمان فقیل له إن ھذا یبلغ الأمراء الحدیث عن الناس فقال حذیفة سمعت رسول الله ﷺ یقول لا یدخل الجنة قتات قال سفیان والقتات النمام. ھذا حدیث حسن صحیح

ترجمہ: ہمام بن الحارث روایت کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے ایک آدمی کا گزر ہوا تو آپ سے کہا گیا کہ یہ آدمی حکمرانوں کو لوگوں کی باتیں پہنچا دیتا ہے۔ تو حذیفہؓ نے کہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرمایا کرتے تھے "چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا"۔ حضرت سفیان نے کہا کہ 'قتات' نمام (یعنی چغل خور) کو کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح وتشریح: اس باب میں چغل خوری کی مذمت کی گئی ہے' قتات چغل خور کو کہا جاتا ہے۔ یہ قت الحدیث سے مأخوذ ہے۔ ای زورہ' وھیاہ وسواہ یعنی بری بات کو بنانا۔ تیار کرنا۔ برابر کرنا' چغل خوری کا حاصل معنی یہ ہے کہ کسی ایک قوم یا فرد کا کلام دوسرے فرد یا قوم کو شر اور فساد پھیلانے کے طور پر نقل کرنا اور کسی ایک کا قول یا فعل کسی دوسرے کو زبان سے بتانا یا لکھ کر بھیجنا یا اشارۃً اور کنایۃً اس کو سمجھانا تاکہ اس پہلے شخص کے اس قول یا فعل سے یہ دوسرا آدمی خبردار ہو جائے۔ اور اس کے دل میں اس کے ساتھ نفرت اور دشمنی پیدا ہو جائے' اور پھر اس کے نتیجے میں اس کے خلاف کچھ اقدام کرے۔ پس چغل خور کا مقصد ہی شر اور فساد پھیلانا اور فتنہ برپا کرنا ہوتا ہے اور شر و فساد کو اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتا ہے اور جنت بھی مفسدین کی جگہ نہیں ہے۔ اس وجہ سے فرمایا کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

قتات اور نمام میں فرق:

اس حدیث میں لفظ قتات مذکور ہے اور حضرت سفیان سے اس کی تفسیر نمام کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قتات او رنمام دونوں کا معنی ایک ہے یعنی چغل خور' لیکن محدثین حضرات نے ان دونوں کے درمیان باریک فرق بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ نمام وہ ہوتا ہے جو لوگوں کے ساتھ ان کی مجلس میں بیٹھ کر ان کی باتیں سنتا ہے۔ اور پھر یہی باتیں دوسروں کو شر اور فساد کے ارادے سے پہنچا دیتا ہے اور قتات وہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ آپس میں باتیں کرتے ہوں اور یہ چپکے سے کان لگا کر ان کی باتوں کو سن لیتا ہے۔ اور وہ لوگ اس کے سننے سے بے خبر ہوتے ہیں اور یہ آدمی پھر ان کی یہ باتیں اوروں کو پہنچا دیتا ہے۔ شر اور فتنہ برپا کرنے کیلئے پس دونوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ ہر ایک شر اور فساد کی نیت سے ایک کی بات دوسرے کو پہنچا تا ہے اور اس اعتبار سے دونوں نے چغلی کی اور دونوں کا معنی ہے چغل خور۔ لیکن اس قدر مشترک کے علاوہ نمام نے یہ جرم کیا کہ ان لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچایا کہ انہوں نے اس پر اعتماد کر کے اسکے سامنے وہ باتیں کیں جن کا دوسروں (مخالفین) پر ظاہر ہونے کو وہ پسند نہ کرتے تھے۔ لیکن اس نے ان کی باتوں کو مخالفین پر ظاہر کر کے ان سے خیانت کی' کیونکہ حدیث میں ہے المجالس بالامانۃ ' یعنی مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں شرکاء مجلس کی مرضی کے خلاف انکی باتوں کو دوسرں پر ظاہر کرنا خیانت ہے

کسی کی مرضی کے خلاف ان کی باتوں کو خفیہ طور پر کان لگا کر سننا حرام ہے:

دوسری طرف قتات میں اگر چہ یہ معنی تو موجود نہیں ہے لیکن اس نے ایک اور بہت بڑا جرم کیا جو نمام میں نہیں اور وہ یہ کہ کسی کی باتوں کو خفیہ طور پر کان لگا کر سننا' حالانکہ وہ اس کو سنانا ناپسند کرتا ہو' یہ بھی کان سے متعلق ایک گناہ کبیرہ اور فعل حرام ہے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من استمع حدیث قوم وھم له کارھون صب فی أذنیه الآنک یوم القیمة 'یعنی الرصاص (الحدیث)

ترجمہ: جس نے کسی قوم کی باتوں کو سننے کے لئے کان لگایا' حالانکہ وہ اس کے سننے کو ناپسند کرتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے دونوں کانوں میں پگھلا ہوا تانبا انڈیلا جائے گا۔ انتھی۔ حضرت تھانویؒ نے اپنی کسی تصنیف میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی جگہ چادر اوڑھ کر لیٹ رہا ہو' اور اس مجلس میں بعض لوگ کچھ ایسی باتیں کر رہے ہوں جن کو وہ اس آدمی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتے ہوں لیکن وہ اس لئے ان باتوں میں مشغول ہیں کہ ان کے خیال کے مطابق یہ آدمی سو رہا ہے' اور نیند کی حالت میں ہے' حالانکہ یہ آدمی بیدار ہو اور اس کو نیند نہ آئی ہو۔ تو اس آدمی کے لئے اپنی حالت پر خاموش رہ کر ان کی باتوں کو سنتے رہنا حرام اور ناجائز ہے۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ کھنکارنے یا حرکت کرنے وغیرہ سے ان کو سمجھا دے کہ میں سویا نہیں ہوں' تاکہ وہ ایسی باتیں نہ کریں جن کو وہ اس سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہوں۔

قسّاس: یہاں ایک تیسرا لفظ قساس بھی چغل خور کے لئے استعمال ہوتا ہے یہ اس آدمی کو کہا جاتا ہے جو کسی آدمی

سے خود بات نہ سنے بلکہ لوگوں سے اس آدمی کی سنی سنائی باتوں کو دوسروں تک فساد کے لئے پہنچادیتا ہو۔

<u>حکمرانوں کو لوگوں کی باتیں پہنچانا:</u>

ان هذا يبلغ الامراء الحديث عن الناس:

یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص کے بارے میں یہ کہا گیا کہ یہ شخص لوگوں کی باتیں حکمرانوں تک پہنچادیتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سن لیا ہے کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اس سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ لوگوں کے عیوب اور نقائص کو حاکموں تک پہنچانا چغلی ہے اور ناجائز ہے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس میں کوئی مصلحت نہ ہو اور ملک وملت کے لئے کچھ فائدہ نہ ہو بلکہ مقصد صرف یہ ہو کہ ان لوگوں اور حکمرانوں کے درمیان دوری پیدا ہوجائے۔ نفرت اور دشمنی پیدا ہوجائے' یا ارباب حکومت ملک کے باثر ومتقدا لوگوں کے عیوب کو صرف اس لئے معلوم کررہے ہوں کہ وہ ان کے عیوب کو عوام الناس پر ظاہر کریں تاکہ ان کے امیج متاثر ہوں اور پھر یہ بااثر اور مقتدا لوگ ارباب حکومت کے ظالمانہ کارروائیوں کے خلاف آواز نہ اٹھاسکیں جیسا کہ آج کل کی سی آئی اے وغیرہ ایجنسیاں اس قسم کے مقاصد کیلئے استعمال ہورہی ہیں کہ لوگوں کے درپردہ عیوب اور جرائم معلوم کرکے ریکارڈ کریں اور پھر حسب موقع اس کو ہتھیار کے طور پر استعمال کریں پس یہ کام ناجائز ہے۔

البتہ اگر حکومت کو پہنچانے میں کوئی مصلحت ہو اور ملک وملت کے لئے اس میں فائدہ ہو مثلاً کسی کی طرف سے حکومت کے خلاف یا ملک وملت کے خلاف کوئی سازش ہورہی ہو تو اس سے حکومت کو باخبر کرنا ضروری ہے اور لازم ہے تاکہ وہ بروقت فتنہ وسازش کا تدارک کرے۔ یا کوئی آدمی مفسد ہے' قتل وغارت اور ڈکیتی وغیرہ فسادات کررہا ہے تو حکومت کو اطلاع دینا اور اس کی شرانگیزیوں سے انتظامیہ کو خبر کرنا درست ہے۔ تاکہ حکومتی انتظامی شعبہ اس کی خبر لے اور اس کے ہاتھوں سے صادر ہونے والے فسادات کی روک تھام کرے۔

باب ماجاء فی العی

کم گوئی کا بیان

O حدثنا احمد بن منیع اخبرنا یزید بن هارون عن أبي غسان محمد بن مطرف عن حسان بن عطية عن أبي أمامة عن النبي ﷺ قال: الحياء والعيّ شعبتان من الايمان والبذا والبيان شعبتان من النفاق. هذا حديث حسن غريب إنما نعرفه من حديث أبي غسان محمد بن مطرف قال والعي قلة الكلام والبذاء هو الفحش في الكلام. والبيان هو كثرة الكلام. مثل هؤلاء

الخطباء الذین یخطبون فیوسعون فی الکلام ویتفصحون فیه من مدح الناس فیما لایرضی الله۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے، وہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ حیاء کرنا اور کم بولنا ایمان کی دوشاخیں ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے حدیث ابوغسان محمد بن مطرف کی حدیث سے ہی پہچانتے ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''العی'' کا معنی ہے کم بولنا۔ اور ''البذاء'' فحش باتیں کرنے کو کہا جاتا ہے۔ اور ''البیان'' سے مراد ہے حاجت سے زیادہ بولنا، جیسا یہ خطیب حضرات، جو خطاب کرتے ہیں تو کلام میں توسیع کرتے ہیں، (یعنی معمولی اور بے مغزبات بڑھا چڑھا کر کہتے ہیں۔) اور کلام میں تکلف کے ساتھ باریکیاں نکال کر لوگوں کی وہ مدح سرائی کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہوتی۔

توضیح وتشریح:

اَلعِیّ عین کے کسرہ اور یا مشددہ کے ساتھ باب سمع یسمع سے آتا ہے۔ عیی فی المنطق عیاً کا معنی ہے بات میں بند ہونا۔ اس سے صفت عیّی وزن فعیل پر آتا ہے اور جمع أعییاء وزن افعلاء پر آتی ہے۔ پس اصل میں اس کا معنی ہے کلام سے بند ہونا اور بات کرنے میں عاجز ہونا اس کا ایک لازمی معنی جہل اور بے علمی بھی ہے۔ کیونکہ جس کے پاس کسی چیز کے بارے میں علم نہ ہو تو وہ اس چیز کے بارے میں بات کرنے سے عاجز ہوتا ہے اور بات نہیں کرسکتا۔ اس معنی کے لحاظ سے ایک روایت میں ہے۔ انما شفاء العی السوال، یعنی جہل ورلاعلمی کا علاج ہے، سوال کرنا اور پوچھنا، یعنی اہل علم سے پوچھا جائے تو وہ جواب دے کر جہل اور لاعلمی کا ازالہ کریں گے۔ لیکن یہاں لاعلمی اور جہل مراد نہیں ہے۔ کیونکہ جہل اور لاعلمی کو ایمان کا شعبہ اور ایمان کا حصہ قرار دینا درست نہیں۔ بلکہ یہاں گناہ کی باتوں اور بے فائدہ باتوں سے سکوت کرنا مراد ہے۔ نیز تأمل اور تدبر کے ساتھ رک رک کر بات کرنا مراد ہے تاکہ گناہ کی بات اور نازیبا کلام سے اجتناب کیا جاسکے۔ اور لایعنی باتوں میں واقع نہ ہو، یہی خصلت ایمان کا شعبہ ہے۔ اور اچھے ایمان کی علامت ہے۔

الحیاء والعی شعبتان من الایمان:

حیاء اور بے بافائدہ باتوں سے سکوت کرنا ایمان کے دوشعبے ہیں۔ الحیاء کسی قبیح اور بری چیز کے ارتکاب پر معیوب اور ملامت ٹھہرنے کے خوف سے نفس میں جو انقباض تغیر وانکسار آتا ہے اسی کا نام حیاء ہے۔ حیاء ایک ایسی خصلت ہے جو مؤمن کے لئے زینت ہے جس طرح ایمان انسان کو برائیوں سے روک دیتا ہے۔ اسی طرح حیاء بھی انسان کو بری عادات اور قبیح افعال سے روک دیتی ہے۔ اس وجہ سے حیاء کو ایمان حصہ قرار دیا گیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حیا اور ایمان توأمین (جڑواں بچے) ہیں۔ جب ایک نکل جاتا ہے تو دوسرا اس کے پیچھے نکل جاتا ہے۔ یعنی جب

حیاء نکل جائے تو ایمان بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔اور اس کی تفصیل پہلے ابواب میں گزر چکی ہے۔

والعی اور قلت کلام بے ہودہ اور بے فائدہ باتوں سے سکوت اختیار کرنا بھی ایمان کا شعبہ ہے۔اور اس کی وضاحت ابھی گزر چکی ہے یہ سکوت اختیار کرنا جو کہ ایمان کا شعبہ ہے وہ ہے جو کہ لغو اور بے ہودہ باتوں سے سکوت کیا جاوے۔ورنہ جہاں بات کرنے کی ضرورت ہو اور بات کرنے میں مصلحت ہو تو پھر خاموشی اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر چہ پیش خردمند خامشی ادب است بوقت مصلحت آں بہ کہ درسخن کوشی

والبذاء والبیان شعبتان من النفاق

فحش گوئی اور بیان منافقت کے دو شعبے ہیں۔البذاء کا معنی ہے فحش کلام اور حیاء سوز باتیں۔ یہ نفاق کی شاخ ہے کیونکہ منافق ہی حیاء سے عاری ہوتا ہے۔مومن تو پاکیزہ اخلاق سے مزین ہوتا ہے۔وہ فحش گوئی اور خلاف حیاء گفتگو سے پرہیز کرتا ہے اور بیان سے بھی نفس بیان کردہ نہیں ہے۔کیونکہ بیان تو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے الرحمن O علم القرآن O خلق الانسان علمه البیان O (الرحمن) یعنی مہربان ذات نے قرآن سکھایا۔انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان کی تعلیم دی۔

یعنی انسان تو نطق اور بیان ہی کی بدولت دوسرے حیوانات سے ممتاز ہے' اور بیان کے ذریعے انسان آسانی کے ساتھ اظہار مافی الضمیر کرتا ہے' اس کے پاس جو علم ہو وہ بیان کے ذریعے دوسروں تک پہنچا دیتا ہے۔نیز دوسرے کے پاس جو علم ہو وہ بیان کے ذریعے اس سے سن کر اپنے دل ودماغ میں محفوظ کر لیتا ہے۔اور اس طرح روز بروز اس کے علوم میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔اور وہ دینی اور دنیوی علوم کی روشنی میں اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر بنا دیتا ہے۔ اگر غور کیا جاوے تو انسان نعمت بیان ہی کی وجہ سے اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز ہے' پس بیان کو منافقت کا شعبہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔لہٰذا ضروری ہے کہ حاجت سے زیادہ بولنا' اور کثرۃ الکلام ہی اس سے مراد لیا جاوے جو کہ شرعاً مذموم ہے' زیادہ بولنا اور ہر وقت بیان کو جاری رکھنے میں بہت سے مفاسد ہیں۔جھوٹ' غیبت' بہتان اور لوگوں کو ہنسانے کیلئے بات کرنا' لغو اور بے ہودگی میں مشغول رہنا' لوگوں کو تنگ کرنا' دوسروں کی بات درمیان میں کاٹنا' لوگوں کے ساتھ استہزاء اور ان کی توہین کرنا وغیرہ زیادہ بولنے کے لوازمات میں سے ہیں اور خاموش رہنے میں سے ان تمام تر مہلکات وخطرات سے انسان بچ سکتا ہے' چنانچہ ایک روایت میں ہے۔من سکت سلم ومن سلم نجا۔ یعنی جو آدمی خاموش رہا تو وہ خطرات اور مہلکات سے بچ گیا۔اور جو مہلکات سے بچ گیا اس نے نجات پائی۔

حاصل اس بحث کا یہ ہے کہ جس طرح "العی" میں سکوت اور چپ رہنے کی فضیلت بیان ہوگئی اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر حالت اور ہر موقع پر سکوت اختیار کیا جاوے بلکہ مراد یہ ہے کہ گناہ کی باتوں اور فضول کلام سے سکوت اختیار کرنا شعبہ ایمان ہے ورنہ جو موقع حق بیان کرنے کا ہو وہاں سکوت اختیار کرنے والے کو شیطان

أخرس (گونگا شیطان) کہا گیا ہے۔اسی طرح فحش گوئی اور بیان کو نفاق کا شعبہ قرار دیا گیا ہے۔تو بیان سے بھی گناہ کی باتیں اور ضرورت وحاجت سے زیادہ باتیں کرنا مراد ہے جس میں دینی یا دینوی کسی قسم کا فائدہ اور مصلحت نہ ہو۔تو ایسی بے ہودگی اور محض خرافات بکنا منافق کا کام ہے' مومن کا نہیں۔ ورنہ نفس بیان تو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے' جائز حدود کے اندر اس کو استعمال میں لانا ضروری ہے۔اس تفصیل کے مطابق پوری حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ مؤمن کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ باحیاء ہو اور لغو بے ہودہ باتوں خاموش رہنے والا ہو' فحش گو اور بدزبان نہ ہو۔حاجت اور ضرورت کے بغیر فضول باتیں کرنے والا نہ ہو۔

ایک حدیث میں ہے' جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من کان یؤمن باللہ و الیوم الاخر فلیقل خیرا أو لیصمت (الحدیث) یعنی جو اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ بھلائی کی بات کرے اور یا پھر خاموش رہے۔ والبیان هو کثرة الکلام مثل هؤلاء الخطباء الخ

امام ترمذیؒ حدیث کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بیان سے مراد کثرت الکلام۔یعنی زیادہ بولنا ہے۔ اور پھر سمجھانے کیلئے اپنے زمانے کے خطیب حضرات کو بطور مثال پیش کرتے ہیں' چنانچہ ہر زمانے میں بعض حضرات ایسے ہوتے ہیں جو کہ خطاب اور تقریر میں شہرت پا چکے ہوتے ہیں اور ان مقررین حضرات کے غالب افراد ایسے ہوتے ہیں جو کہ بتکلف رقت آمیز لہجہ بنادیتے ہیں اور الفاظ کو بنا سجا کر محفل کی رونق افزائی کرتے ہیں اور کبھی لوگوں کو ہنسانے کیلئے مضحکہ خیز لطائف اور بسا اوقات خلاف حقیقت قصے سنا دیتے ہیں۔ایسے قصہ گو ملاؤں کی تقاریر تو لوگ شوق سے سنتے ہیں اور لذت حاصل کرتے ہیں لیکن اس سے لوگوں کی اصلاح نہیں ہوتی ایسے مولوی حضرات کی تقریر ختم ہونے پر جب لوگ واپس جاتے ہیں تو ہمارے پشتو میں ایک کہاوت مشہور ہے کہ عوام آپس میں کہتے ہیں: کافر ملا وو ظالمی مسئلے ئے او کڑے۔ یعنی کافر مولوی تھے ظالم مسائل بیان کئے۔مطلب یہ کہ عوام کے دلوں میں اس سے کچھ روشنی اور روحانیت پیدا نہیں ہوتی۔صرف اس کی فنکاری پر تعجب کرتے ہیں۔امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ یہ خطیب حضرات جو تقریر کرتے ہیں تو بات کو بڑھا دیتے ہیں اور تکلف کے ساتھ فصاحت ظاہر کرتے ہیں اور لوگوں کی مدح اس طرح کرتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کرتا' یعنی خلاف حقیقت مبالغے کرتے ہیں' خلاف حقیقت مبالغہ کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی مدح بیان کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔جیسا کہ یہ نعت خوان وغیرہ سے زیادہ مبالغہ کرتے ہیں' حد سے بڑھنا کسی کے حق میں بھی جائز نہیں چاہے پیغمبر ہو' یا اپنے شیخ اور استاذ ہو یا پیر و مرشد ہو' انزلوا الناس منازلهم 'یعنی ہر کسی کو اپنی حیثیت کے مطابق مقام دینا چاہیے۔